[](https://rekhta.org/poets/momin-khan-momin/?lang=ur)

**مومن خاں مومن**

* 1800-1852
* دھلی

غالب اور ذوق کے ہم عصر۔ وہ حکیم ، ماہر نجوم اور شطرنج کے کھلاڑی بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا غالب نے ان کے شعر ’ تم مرے پاس ہوتے ہو گویا/ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا‘ پر اپنا پورا دیوان دینے کی بات کہی تھی

# اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا

رنج راحت فزا نہیں ہوتا

بے وفا کہنے کی شکایت ہے

تو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

ذکر اغیار سے ہوا معلوم

حرف ناصح برا نہیں ہوتا

کس کو ہے ذوق تلخ کامی لیک

جنگ بن کچھ مزا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے

ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

اس نے کیا جانے کیا کیا لے کر

دل کسی کام کا نہیں ہوتا

امتحاں کیجئے مرا جب تک

شوق زور آزما نہیں ہوتا

ایک دشمن کہ چرخ ہے نہ رہے

تجھ سے یہ اے دعا نہیں ہوتا

آہ طول امل ہے روز فزوں

گرچہ اک مدعا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حال دل یار کو لکھوں کیوں کر

ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

رحم بر خصم جان غیر نہ ہو

سب کا دل ایک سا نہیں ہوتا

دامن اس کا جو ہے دراز تو ہو

دست عاشق رسا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں

سو تمہارے سوا نہیں ہوتا

کیوں سنے عرض مضطر اے مومنؔ

صنم آخر خدا نہیں ہوتا

# اس وسعت کلام سے جی تنگ آ گیا

اس وسعت کلام سے جی تنگ آ گیا

ناصح تو میری جان نہ لے دل گیا گیا

ضد سے وہ پھر رقیب کے گھر میں چلا گیا

اے رشک میری جان گئی تیرا کیا گیا

یہ ضعف ہے تو دم سے بھی کب تک چلا گیا

خود رفتگی کے صدمے سے مجھ کو غش آ گیا

کیا پوچھتا ہے تلخی الفت میں پند کو

ایسی تو لذتیں ہیں کہ تو جان کھا گیا

کچھ آنکھ بند ہوتے ہی آنکھیں سی کھل گئیں

جی اک بلائے جان تھا اچھا ہوا گیا

آنکھیں جو ڈھونڈتی تھیں نگہ ہائے التفات

گم ہونا دل کا وہ مری نظروں سے پا گیا

بوئے سمن سے شاد تھے اغیار بے تمیز

اس گل کو اعتبار نسیم و صبا گیا

آہ سحر ہماری فلک سے پھری نہ ہو

کیسی ہوا چلی یہ کہ جی سنسنا گیا

آتی نہیں بلائے شب غم نگاہ میں

کس مہروش کا جلوہ نظر میں سما گیا

اے جذب دل نہ تھم کہ نہ ٹھہرا وہ شعلہ رو

آیا تو گرم گرم ولیکن جلا گیا

مجھ خانماں خراب کا لکھا کہ جان کر

وہ نامہ غیر کا مرے گھر میں گرا گیا

مہندی ملے گا پانوں سے دشمن تو آن کر

کیوں میرے تفتہ سینے کو ٹھوکر لگا گیا

بوسہ صنم کی آنکھ کا لیتے ہی جان دی

مومنؔ کو یاد کیا حجر الاسود آ گیا

# اے آرزوئے قتل ذرا دل کو تھامنا

اے آرزوئے قتل ذرا دل کو تھامنا

مشکل پڑا مرا مرے قاتل کو تھامنا

تاثیر بیقراری ناکام آفریں

ہے کام ان سے شوخ شمائل کو تھامنا

دیکھے ہے چاندنی وہ زمیں پر نہ گر پڑے

اے چرخ اپنے تو مہ کامل کو تھامنا

مضطر ہوں کس کا طرز سخن سے سمجھ گیا

اب ذکر کیا ہے سامع عاقل کو تھامنا

ہو صرصر فغاں سے نہ کیونکر وہ مضطرب

مشکل ہوا ہے پردۂ محمل کو تھامنا

سیکھے ہیں مجھ سے نالۂ نے آسماں شکن

صیاد اب قفس میں عنادل کو تھامنا

یہ زلف خم بہ خم نہ ہو کیا تاب غیر ہے

تیرے جنوں زدے کی سلاسل کو تھامنا

اے ہمدم آہ تلخی ہجراں سے دم نہیں

گرتا ہے دیکھ جام ہلاہل کو تھامنا

سیماب وار مر گئے ضبط قلق سے ہم

کیا قہر ہے طبیعت مائل کو تھامنا

آغوش گور ہو گئی آخر لہولہان

آساں نہیں ہے آپ کے بسمل کو تھامنا

سینہ پہ ہاتھ دھرتے ہی کچھ دم پہ بن گئی

لو جان کا عذاب ہوا دل کو تھامنا

باقی ہے شوق چاک گریباں ابھی مجھے

بس اے رفوگر اپنی انامل کو تھامنا

مت مانگیو امان بتوں سے کہ ہے حرام

مومنؔ زبان بیہودہ سائل کو تھامنا

# جوں نکہت گل جنبش ہے جی کا نکل جانا

جوں نکہت گل جنبش ہے جی کا نکل جانا

اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا

پالغز محبت سے مشکل ہے سنبھل جانا

اس رخ کی صفائی پر اس دل کا بہل جانا

سینہ میں جو دل تڑپا دھر ہی تو دیا دیکھا

پھر بھول گیا کیسا میں ہاتھ کا پھل جانا

اتنا تو نہ گھبراؤ راحت یہیں فرماؤ

گھر میں مرے رہ جاؤ آج اور بھی کل جانا

اے دل وہ جو یاں آیا کیا کیا ہمیں ترسایا

تو نے کہیں سکھلایا قابو سے نکل جانا

کیا ایسے سے دعویٰ ہو محشر میں کہ میں نے تو

نظارۂ قاتل کو احسان اجل جانا

ہے ظلم کرم جتنا تھا فرق پڑا کتنا

مشکل ہے مزاج اتنا اک بار بدل جانا

حوروں کی ثنا خوانی واعظ یوں ہی کب مانی

لے آ کہ ہے نادانی باتوں میں بہل جانا

عشق ان کی بلا جانے عاشق ہوں تو پہچانے

لو مجھ کو اطبا نے سودے کا خلل جانا

کیا باتیں بناتا ہے وہ جان جلاتا ہے

پانی میں دکھاتا ہے کافور کا جل جانا

مطلب ہے کہ وصلت میں ہے بوالہوس آفت میں

اس گرمی صحبت میں اے دل نہ پگھل جانا

دم لینے کی طاقت ہے بیمار محبت ہے

اتنا بھی غنیمت ہے مومنؔ کا سنبھل جانا

# دل قابل محبت جاناں نہیں رہا

دل قابل محبت جاناں نہیں رہا

وہ ولولہ وہ جوش وہ طغیاں نہیں رہا

ٹھنڈا ہے گرم جوشی افسردگی سے جی

کیسا اثر کہ نالہ و افغاں نہیں رہا

کرتے ہیں اپنے زخم جگر کو رفو ہم آپ

کچھ بھی خیال جنبش مژگاں نہیں رہا

دل سختیوں سے آئی طبیعت میں نازکی

صبر و تحمل قلق جاں نہیں رہا

غش ہیں کہ بے دماغ ہیں گل پیرہن نمط

از بس دماغ عطر گریباں نہیں رہا

آنکھیں نہ بدلیں شوخ نظر کیوں کے اب کہ میں

مفتون لطف نرگس فتاں نہیں رہا

ناکامیوں کا گاہ گلہ گاہ شکر ہے

شوق وصال و اندہ ہجراں نہیں رہا

بے تودہ تودہ خاک سبک دوش ہو گئے

سر پر جنون عشق کا احساں نہیں رہا

ہر لحظہ مہر جلووں سے ہیں چشم پوشیاں

آئینہ زار دیدۂ حیراں نہیں رہا

پھرتے ہیں کیسے پردہ نشینوں سے منہ چھپائے

رسوا ہوئے کہ اب غم پنہاں نہیں رہا

آسیب چشم قہر پری طلعتاں نہیں

اے انس اک نظر کہ میں انساں نہیں رہا

بے کاری امید سے فرصت ہے رات دن

وہ کاروبار حسرت و حرماں نہیں رہا

بے سیر دشت و بادیہ لگنے لگا ہے جی

اور اس خراب گھر میں کہ ویراں نہیں رہا

کیا تلخ کامیوں نے لب زخم سی دیئے

وہ شور اشتیاق نمکداں نہیں رہا

بے اعتبار ہو گئے ہم ترک عشق سے

از بس کہ پاس وعدہ و پیماں نہیں رہا

نیند آئی ہے فسانۂ گیسو و زلف سے

وہم و گمان خواب پریشاں نہیں رہا

کس کام کے رہے جو کسی سے رہا نہ کام

سر ہے مگر غرور کا ساماں نہیں رہا

مومنؔ یہ لاف الفت تقویٰ ہے کیوں مگر

دلی میں کوئی دشمن ایماں نہیں رہا

# ڈر تو مجھے کس کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ڈر تو مجھے کس کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

پر حال یہ افشا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ناصح یہ گلہ کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

تو کب مری سنتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

میں بولوں تو چپ ہوتے ہیں اب آپ جبھی تک

یہ رنجش بے جا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کچھ غیر سے ہونٹوں میں کہے ہے یہ جو پوچھو

تو ووہیں مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کب پاس پھٹکنے دوں رقیبوں کو تمہارے

پر پاس تمہارا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ناصح کو جو چاہوں تو ابھی ٹھیک بنا دوں

پر خوف خدا کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کیا کیا نہ کہے غیر کی گر بات نہ پوچھو

یہ حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کیا کہئے نصیبوں کو کہ اغیار کا شکوہ

سن سن کے وہ چپکا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

مت پوچھ کہ کس واسطے چپ لگ گئی ظالم

بس کیا کہوں میں کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

چپکے سے ترے ملنے کا گھر والوں میں تیرے

اس واسطے چرچا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ہاں تنگ دہانی کا نہ کرنے کے لیے بات

ہے عذر پر ایسا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

اے چارہ گرو قابل درماں نہیں یہ درد

ورنہ مجھے سودا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ہر وقت ہے دشنام ہر اک بات میں طعنہ

پھر اس پہ بھی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کچھ سن کے جو میں چپ ہوں تو تم کہتے ہو بولو

سمجھو تو یہ تھوڑا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

سنتا نہیں وہ ورنہ یہ سرگوشی اغیار

کیا مجھ کو گوارا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

مومنؔ بخدا سحر بیانی کا جبھی تک

ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

# راز نہاں زبان اغیار تک نہ پہنچا

راز نہاں زبان اغیار تک نہ پہنچا

کیا ایک بھی ہمارا خط یار تک نہ پہنچا

اللہ رے نا توانی جب شدت قلق میں

بالیں سے سر اٹھایا دیوار تک نہ پہنچا

روتے تو رحم آتا سو اس کے روبرو تو

اک قطرہ خوں بھی چشم خوں بار تک نہ پہنچا

عاشق سے مت بیاں کر قتل عدو کا مژدہ

پیغام مرگ ہے یہ بیمار تک نہ پہنچا

بے بخت رنگ خوبی کس کام کا کہ میں تو

تھا گل ولے کسی کی دستار تک نہ پہنچا

مفت اول سخن میں عاشق نے جان دے دی

قاصد بیان تیرا اقرار تک نہ پہنچا

تھی خار راہ تیری مژگاں کی یاد پھر شب

تا صبح خواب چشم بیدار تک نہ پہنچا

بخت رسا عدو کے جو چاہے سو کہے اب

یک بار یار مجھ تک میں یار تک نہ پہنچا

غیروں سے اس نے ہرگز چھوڑی نہ ہاتھاپائی

جب تک اجل کا صدمہ دو چار تک نہ پہنچا

مومنؔ اسی نے مجھ سے دی برتری کسی کو

جو پست فہم میرے اشعار تک نہ پہنچا

# شوخ کہتا ہے بے حیا جانا

شوخ کہتا ہے بے حیا جانا

دیکھو دشمن نے تم کو کیا جانا

شعلۂ دل کو ناز تابش ہے

اپنا جلوہ ذرا دکھا جانا

شوق نے دورباش اعدا کو

اس کی محفل میں مرحبا جانا

اس کے اٹھتے ہی ہم جہاں سے اٹھے

کیا قیامت ہے دل کا آ جانا

گھر میں خود رفتگی سے دھوم مچی

کیونکے ہو اس تلک مرا جانا

پوچھنا حال یار ہے منظور

میں نے ناصح کا مدعا جانا

مے نہ اتری گلے سے جو اس بن

مجھ کو یاروں نے پارسا جانا

شکوہ کرتا ہے بے نیازی کا

تو نے مومنؔ بتوں کو کیا جانا

# عدم میں رہتے تو شاد رہتے اسے بھی فکر ستم نہ ہوتا

عدم میں رہتے تو شاد رہتے اسے بھی فکر ستم نہ ہوتا

جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

ہوئی خجالت سے نفرت افزوں گلے کیے خوب آخریں دم

وہ کاش اک دم ٹھہر کے آتے کہ میرے لب پر بھی دم نہ ہوتا

پڑا ہی مرنا بس اب تو ہم کو جو اس نے خط پڑھ کے نامہ بر سے

کہا کہ گر سچ یہ حال ہوتا تو دفتر اتنا رقم نہ ہوتا

کسی کے جلنے کا دھیان آیا وگرنہ دود فغاں سے میرے

اگر ہزاروں سپہر بنتے تمہاری آنکھوں میں نم نہ ہوتا

جو آپ در سے اٹھا نہ دیتے کہیں نہ کرتا میں جبہہ سائی

اگرچہ یہ سر نوشت میں تھا تمہارے سر کی قسم نہ ہوتا

وصال کو ہم ترس رہے تھے جو اب ہوا تو مزا نہ پایا

عدو کے مرنے کی جب خوشی تھی کہ اس کو رنج و الم نہ ہوتا

جہان تنگ و ہجوم وحشت غرض کہ دم پر بری بنی تھی

کہاں میں جاتا نہ جی ٹھہرتا کہیں جو دشت عدم نہ ہوتا

مگر رقیبوں نے سر اٹھایا کہ یہ نہ ہوتا تو بے مروت

نظر سے ظاہر حیا نہ ہوتی حیا سے گردن میں خم نہ ہوتا

وہاں ترقی جمال کو ہے یہاں محبت ہے روز افزوں

شریک زیبا تھا بوالہوس بھی جو بے وفائی میں کم نہ ہوتا

غلط کہ صانع کو ہو گوارا خراش انگشت ہائے نازک

جواب خط کی امید رکھتے جو قول جف القلم نہ ہوتا

یہ بے تکلف پھرا رہی ہے کشش دل عاشقاں کی اس کو

وگرنہ ایسی نزاکتوں پہ خرام ناز اک قدم نہ ہوتا

وصال تو ہے کہاں میسر مگر خیال وصال ہی میں

مزے اڑاتے ہوس نکلتی جو ساتھ انداز رم نہ ہوتا

ہوا مسلماں میں اور ڈر سے نہ درس واعظ کو سن کے مومنؔ

بنی تھی دوزخ بلا سے بنتی عذاب ہجر صنم نہ ہوتا

# غصہ بیگانہ وار ہونا تھا

غصہ بیگانہ وار ہونا تھا

بس یہی تجھ سے یار ہونا تھا

کیا شب انتظار ہونا تھا

ناحق امیدوار ہونا تھا

کیوں نہ ہوتے عزیز غیر تمہیں

میری قسمت میں خوار ہونا تھا

مجھ سے جنت میں وہ صنم نہ ملا

حشر اور ایک بار ہونا تھا

گر نہ تھی اے دل اس کے رنج کی تعب

کیوں شکایت گزار ہونا تھا

خاک ہوتا نہ میں تو کیا کرتا

اس کے در کا غبار ہونا تھا

ہرزہ گردی سے ہم ذلیل ہوئے

چرخ کا اعتبار ہونا تھا

مرگ شام وصال حرماں ہے

صبح دم جاں نثار ہونا تھا

اور سے ہمکنار ہے دشمن

آج تو ہمکنار ہونا تھا

شکوۂ دہر پر کہا تم کو

آفت روزگار ہونا تھا

چشم بے اختیار جاناں میں

کیا مرا اختیار ہونا تھا

صبر کر صبر ہو چکا جو کچھ

اے دل بے قرار ہونا تھا

کوئے دشمن میں جا پکڑتا کیوں

کیا مجھے شرمسار ہونا تھا

وہ نمک پاش بھی نہیں ہوتے

یوں ہی دل کو فگار ہونا تھا

خاک میں حیف یہ شراب ملے

محتسب بادہ خوار ہونا تھا

نہ گیا تیر نالہ سوئے رقیب

مرغ عرشی شکار ہونا تھا

رات دن بادہ و صنم مومنؔ

کچھ تو پرہیزگار ہونا

# وعدۂ وصلت سے دل ہو شاد کیا

وعدۂ وصلت سے دل ہو شاد کیا

تم سے دشمن کی مبارک باد کیا

کچھ قفس میں ان دنوں لگتا ہے جی

آشیاں اپنا ہوا برباد کیا

نالۂ پیہم سے یاں فرصت نہیں

حضرت ناصح کریں ارشاد کیا

ہیں اسیر اس کے جو ہے اپنا اسیر

ہم نہ سمجھے صید کیا صیاد کیا

شوخ بازاری تھی شیریں بھی مگر

ورنہ فرق خسرو و فرہاد کیا

نشۂ الفت سے بھولے یار کو

سچ ہے ایسی بے خودی میں یاد کیا

نالہ اک دم میں اڑا ڈالے دھوئیں

چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

جب مجھے رنج دل آزاری نہ ہو

بے وفا پھر حاصل بیداد کیا

پانوں تک پہنچی وہ زلف خم بہ خم

سرو کو اب باندھئے آزاد کیا

کیا کروں اللہ سب ہیں بے اثر

ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

ان نصیبوں پر کیا اختر شناس

آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

روز محشر کی توقع ہے عبث

ایسی باتوں سے ہو خاطر شاد کیا

گر بہائے خون عاشق ہے وصال

انتقام زحمت جلاد کیا

بت کدہ جنت ہے چلیے بے ہراس

لب پہ مومنؔ ہرچہ بادا باد کیا

# صبر وحشت اثر نہ ہو جائے

صبر وحشت اثر نہ ہو جائے

کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے

رشک پیغام ہے عناں کش دل

نامہ بر راہبر نہ ہو جائے

دیکھو مت دیکھیو کہ آئینہ

غش تمہیں دیکھ کر نہ ہو جائے

ہجر پردہ نشیں میں مرتے ہیں

زندگی پردۂ در نہ ہو جائے

کثرت سجدہ سے وہ نقش قدم

کہیں پامال سر نہ ہو جائے

میرے تغییر رنگ کو مت دیکھ

تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے

میرے آنسو نہ پونچھنا دیکھو

کہیں دامان تر نہ ہو جائے

بات ناصح سے کرتے ڈرتا ہوں

کہ فغاں بے اثر نہ ہو جائے

اے قیامت نہ آئیو جب تک

وہ مری گور پر نہ ہو جائے

مانع ظلم ہے تغافل یار

بخت بد کو خبر نہ ہو جائے

غیر سے بے حجاب ملتے ہو

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

رشک دشمن کا فائدہ معلوم

مفت جی کا ضرر نہ ہو جائے

اے دل آہستہ آہ تاب شکن

دیکھ ٹکڑے جگر نہ ہو جائے

مومنؔ ایماں قبول دل سے مجھے

وہ بت آزردہ گر نہ ہو جائے

# نہ انتظار میں یاں آنکھ ایک آں لگی

نہ انتظار میں یاں آنکھ ایک آں لگی

نہ ہائے ہاے میں تالو سے شب زباں لگی

جلا جگر تب غم سے پھڑکنے جاں لگی

الٰہی خیر کہ اب آگ پاس آں لگی

گلی میں اس کی نہ پھر آتے ہم تو کیا کرتے

طبیعت اپنی نہ جنت کے درمیاں لگی

جفائے غیر کا شکوہ تھا تیرا تھا کیا ذکر

عبث یہ بات بری تجھ کو بدگماں لگی

ہنسو نہ تم تو مرے حال پر میں ہوں وہ ذلیل

کہ جس کی ذلت و خواری سے تم کو شاں لگی

کہاں وہ آہ و فغاں دم بھی لے نہیں سکتے

ہمیں یہ تیری دعائے بد آسماں لگی

میں اور اس کو بلاؤں گا روز وصل میں لو

اجل بھی کرنے محبت کا امتحاں لگی

برنگ صورت بلبل نہیں نوا سنجی

یہ کیا ہوا کہ چپ اے گلستاں بیاں لگی

سدا تمہاری طرف جی لگا ہی رہتا ہے

تمہارے واسطے ہے دل کو مہرباں لگی

وہ کینہ توز تھا مومنؔ تو دل لگایا کیوں

کہو تو کیا تمہیں ایسی بھلی وہ آں لگی

# ہوئی تاثیر آہ و زاری کی

ہوئی تاثیر آہ و زاری کی

رہ گئی بات بے قراری کی

شکوۂ دشمنی کریں کس سے

واں شکایت ہے دوست داری کی

مبتلائے شب فراق ہوئے

ضد سے ہم تیرہ روزگاری کی

یاد آئی جو گرمجوشیٔ یار

دیدۂ تر نے شعلہ باری کی

کیوں نہ ڈر جاؤں دیکھ کر وہ زلف

ہے شب ہجر کی سی تاریکی

یاس دیکھو کہ غیر سے کہہ دی

بات اپنی امیدواری کی

بس کہ ہے یار کی کمر کا خیال

شعر کی سوجھتی ہے باریکی

کر دے روز جزا شب دیجور

ظلمت اپنی سیاہ کاری کی

تیرے ابرو کی یاد میں ہم نے

ناخن غم سے دل فگاری کی

قتل دشمن کا ہے ارادہ اسے

یہ سزا اپنی جاں نثاری کی

کیا مسلماں ہوئے کہ اے مومنؔ

حاصل اس بت سے شرمساری کی

# ہے دل میں غبار اس کے گھر اپنا نہ کریں گے

ہے دل میں غبار اس کے گھر اپنا نہ کریں گے

ہم خاک میں ملنے کی تمنا نہ کریں گے

کیونکر یہ کہیں منت اعدا نہ کریں گے

کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

ہنس ہنس کے وہ مجھ سے ہی مرے قتل کی باتیں

اس طرح سے کرتے ہیں کہ گویا نہ کریں گے

کیا نامے میں لکھوں دل وابستہ کا احوال

معلوم ہے پہلے ہی کہ وہ وا نہ کریں گے

غیروں سے شکر لب سخن تلخ بھی تیرا

ہر چند ہلاہل ہو گوارا نہ کریں گے

بیمار اجل چارہ کو گر حضرت عیسیٰ

اچھا بھی کریں گے تو کچھ اچھا نہ کریں گے

جھنجھلاتے ہو کیا دیجیے اک بوسہ دہن کا

ہو جائیں گے لب بند تو غوغا نہ کریں گے

دیوار کے گر پڑتے ہی اٹھنے لگے طوفاں

اب بیٹھ کے کونے میں بھی رویا نہ کریں گے

گر سامنے اس کے بھی گرے اشک تو دل سے

کیوں روز جزا خون کا دعوا نہ کریں گے

کس وقت کیا مردمک چشم کا شکوہ

اے پردہ نشیں ہم تجھے رسوا نہ کریں گے

ناصح کف افسوس نہ مل چل تجھے کیا کام

پامال کریں گے وہ مجھے یا نہ کریں گے

اس کو میں ٹھہرنے نہ دیا جوش قلق نے

اغیار سے ہم شکوۂ بے جا نہ کریں گے

گر ذکر وفا سے یہی غصہ ہے تو اب سے

گو قتل کا وعدہ ہو تقاضا نہ کریں گے

مومنؔ وہ غزل کہتے ہیں اب جس سے یہ مضمون

کھل جائے کہ ترک در بت خانہ کریں گے

# وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے

وہ کہاں ساتھ سلاتے ہیں مجھے

خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے

اس پری وش سے لگاتے ہیں مجھے

لوگ دیوانہ بناتے ہیں مجھے

یا رب ان کا بھی جنازہ اٹھے

یار اس کو سے اٹھاتے ہیں مجھے

ابروئے تیغ سے ایما ہے کہ آ

قتل کرنے کو بلاتے ہیں مجھے

بے وفائی کا عدو کی ہے گلہ

لطف میں بھی وہ ستاتے ہیں مجھے

حیرت حسن سے یہ شکل بنی

کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں مجھے

پھونک دے آتش دل داغ مرے

اس کی خو یاد دلاتے ہیں مجھے

گر کہے غمزہ کسے قتل کروں

تو اشارت سے بتاتے ہیں مجھے

میں تو اس زلف کی بو پر غش ہوں

چارہ گر مشک سونگھاتے ہیں مجھے

شعلہ رو کہتے ہیں اغیار کو وہ

اپنے نزدیک جلاتے ہیں مجھے

جاں گئی پر نہ گئی جورکشی

بعد مردن بھی دباتے ہیں مجھے

وہ جو کہتے ہیں تجھے آگ لگے

مژدۂ وصل سناتے ہیں مجھے

اب یہ صورت ہے کہ اے پردہ نشیں

تجھ سے احباب چھپاتے ہیں مجھے

مومنؔ اور دیر خدا خیر کرے

طور بے ڈھب نظر آتے ہیں مجھے